اولاد اور والدین کے باہمی حقوق

ڈاکٹر احمد عمر ہاشم

قرآن کریم اور سنت نبوی کے مطالعہ سے ہمیں بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام بچوں کی صحیح تربیت و تعلیم اور انہیں انسانی معاشرے کا صالح عنصر بنانے کی بڑی تاکید کرتا ہے۔ اسلام اولاد کو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت قرار دیتا ہے۔ اس نعمت کی تمنا اور خواہش صرف عام انسانوں کو ہی نہیں ہوتی بلکہ انبیاء علیہم السلام بھی اس کی تمنا کرتے رہے ہیں۔ اور اس کے حصول کے لیے اپنے رب سے دعا کرتے رہے۔ مگر وہ ایسی اولاد کے طالب رہے جو والدین کے لیے فتنہ بننے کے بجائے اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور دنیا کے اندر بدی اور شر میں اضافہ کرنے کے بجائے نیکی اور خیر کے پلڑے میں اپنا بوجھ ڈالنے والی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ "عباد الرحمٰن" (رحمان کے بندوں) کی صفات بیان کرتے ہوئے آخر میں فرماتا ہے کہ وہ اپنے رب سے اولاد کی درخواست اس انداز میں کرتے ہیں:

ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما (سورۃ الفرقان)

اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر۔ اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:

ھنالک دعا زکریا ربہ قال: رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء (آل عمران)

وہاں زکریا نے اپنے رب کو پکارا: اے میرے پروردگار اپنی قدرت سے مجھے نیک اولاد عطا کر۔ تو ہی دعا سننے والا ہے۔

اس طرح اسلام اولاد کو بلاشبہ ایک عظیم نعمت اور فطری آرزو قرار دیتا ہے اور ساتھ ہی اولاد کی ہر گونہ

حفاظت اور تربیت کا حکم دیتا ہے۔ قرآن کریم نے جاہلی دَور کے لوگوں کے اس فعل پر سخت تنقید کی کہ بھوک کے خوف سے بچوں کو مار ڈالتے تھے، یا عار اور جھوٹی شرم کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لا تقتلوا اولادکم من املاق - نحن نرزقکم وایاھم (اپنی اولاد کو غربت میں گھر جانے کی وجہ سے قتل نہ کرو - ہم تمہارے لیے بھی اور اُن کے لیے بھی رزق فراہم کرتے ہیں) سورہ بنی اسرائیل میں فقر و فاقہ کے محض اندیشے کی بنا پر قتلِ اولاد کی ممانعت فرمائی۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ "یارسول اللہ کونسا گناہ سب سے زیادہ بڑا ہے"۔ آپ نے فرمایا: تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھیرائے۔ درآں حالانکہ اللہ تعالیٰ تجھے پیدا کرنے والا ہے۔ میں نے عرض کیا: "اس کے بعد کونسا گناہ بڑا اشمار ہوتا ہے؟" آپ نے فرمایا! "تو اپنے بچے کو اس خوف سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائے گا"۔ پھر میں نے عرض کیا: "اس کے بعد کونسا گناہ عظیم تر ہے؟" آپ نے جواب میں فرمایا کہ "تیرا اپنے ہمسائے کی بیوی سے ناجائز تعلق قائم کرنا"۔

یہ بات محتاج دلیل نہیں ہے کہ اسلام اوائل عمر ہی سے بچوں کو اسلامی امور سکھانے کی تاکید کرتا ہے۔ تاکہ وہ جب بڑے اور باشعور ہو جائیں تو ان کے دلوں میں خدا کا خوف جاگزین ہو چکا ہو، اور وہ اپنے رب کی عبادت اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ذوق و شوق دل میں رکھتے ہوں۔ اِسی بنا پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مشہور ارشاد مبارک ہے کہ:

مُروا اولادکم بالصلاۃ وھم	اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب کہ وہ سات
ابناء سبع سنین؛ واضربوھم	سال کے ہو جائیں، اور نماز کی خاطر انہیں مارو جب
علیھا وھم ابناء عشر سنین - و	وہ دس سال کے ہو جائیں۔ اور اس عمر میں ان کے
فرقوا بینھم فی المضاجع (امام احمد)	بستر بھی الگ کر دو۔

باپ اگر اپنے بچے کی اس طرح تربیت کرتا ہے کہ بچے کے اندر اللہ کی خشیت اور اطاعت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ صالح زندگی سے ہمکنار ہو جاتا ہے تو باپ کی یہ نیکی اجر و ثواب کے لحاظ سے دائمی نیکی بن جاتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دائمی نیکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

اذا مات الانسان انقطع عملہ	جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع

اِلَّا من ثلاث: صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعولہ

ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے تین عمل باقی رہتے ہیں، صدقہ جاریہ، یا وہ علم جس سے استفادہ کیا جا رہا ہو، یا نیک اولاد جو اُس کے حق میں دُعا کرتی ہو۔

جوانی کے زمانے میں جو لڑکے اچھے کام کرتے ہیں اور جن انسانی خوبیوں سے اپنی جوانی کو آراستہ کرتے ہیں دنیا کے اندر بھی وہ اُن کے اچھے نتائج سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ جوانی کے زمانے میں جو نوجوان جیسا رویّہ اختیار کرے گا پیری میں اس کے ساتھ وہی برتاؤ دوسرے کریں گے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ما اکرم شابٌ شیخاً لسنہ الا قیض اللہ لہ من یکرمہ عند سنہ (ترمذی)

جو نوجوان کسی بوڑھے کی اُس کے بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس نوجوان کے لیے بھی کسی کو مقرر کر دیتا ہے جو اُس کی اُس وقت عزت کرے گا جب وہ سن رسیدہ ہو جائے گا۔

سب سے اہم بات جسے اسلام کم عمری کے اندر بچوں میں پیدا کرنے پر زور دیتا ہے وہ راست گوئی ہے۔ یہ بڑی ناگزیر بات ہے کہ بچے سچ بولنے کی تربیت پائیں۔ اور اپنے گھر کے اندر، خاندان کے اندر اور دوستوں کے اندر راست گوئی کا چرچا دیکھیں۔ اس بارے میں اگر بچے اپنے سامنے اچھا نمونہ نہ پائیں گے تو راست گوئی کے عادی نہ بن سکیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ "ایک روز میری ماں نے مجھے بلایا۔ اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پاس تشریف فرما تھے۔ میری ماں نے مجھے کہا: آؤ تمھیں کچھ دوں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر دریافت فرمایا: تم اُسے کیا دینا چاہتی ہو؟ میری ماں نے جواب دیا کہ میں اُسے ایک کھجور دینا چاہتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم اُسے یونہی بہلانا چاہتیں اور کچھ نہ دیتیں تو تمھارے اوپر ایک جھوٹ کا گناہ لکھ دیا جاتا۔ (ابوداؤد)۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ نے فرمایا: الزموا اولادکم واحسنوا ادبھم (اپنی اولاد کی طرف متوجہ رہو اور انھیں اچھا ادب سکھاؤ)۔

اولاد سے محبت اور رحمدلی عین تقاضائے اسلام ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ تربیت و تادیب اور محبت و رحمدلی کے دونوں پہلو متوازن رہیں۔ ترغیب و ترہیب اور محبت و تادیب دونوں کے اثرات الگ الگ ہوتے ہیں۔ اور متوازن اور صحت مندانہ تربیت کے لیے دونوں پہلوؤں کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کو بوسہ دیا۔ اقرع بن حابس نے یہ دیکھ کر کہا: میرے دس بچے ہیں مگر میں نے ان میں سے کسی کو آج تک بوسہ نہیں دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من لا یرحم لا یرحم (جو رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا)۔

بچوں کے اندر جرأت و شجاعت اور مردانگی کی رُوح پھونکنی چاہیے اور جھوٹے قصّے کہانیوں اور خرافات سے اُن کے ذہن مسموم نہ کیے جائیں۔ اور نہ انہیں ایسی داستانیں پڑھنے کا موقع دیا جائے جو انہیں زندگی سے متنفر کر دیں۔ اُوپر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کیا جا چکا ہے کہ "بچوں پر پوری توجہ رکھنی چاہیے"۔ لہٰذا انہیں نوکروں چاکروں اور تربیت بچگان کے اداروں کے سپرد کرنے پر اکتفا نہ کی جائے۔ بچے اکثر برائیاں نوکروں چاکروں سے سیکھتے ہیں۔ اور بسا اوقات یہ صورت حال اندوہناک حادثات پر منتج ہو جاتی ہے۔

بچیوں کے بارے میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی تعلیمات ملتی ہیں۔ ایک بچی کی صحیح تربیت سے ایک پاکیزہ خاندان کی داغ بیل پڑتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

ما من احد یدرک ابنتین فیحسن	جس شخص کی دو بچیاں ہوں اور جب تک وہ اُس کے
الیھما ما صحبتاہ الا ادخلتاہ	پاس رہیں اُن سے حسن سلوک کرتا رہے تو وہ اسے
الجنۃ — وفی روایۃ اخری	جنت میں داخل کرا دیں گی۔ (دوسری روایت میں ہے کہ)
من کانت لہ ابنتان او اختان۔	دو بچیاں ہوں یا دو بہنیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ایک مسکین عورت اپنی دو بچیوں کو ساتھ لیے میرے پاس آئی۔ میں نے اُسے تین کھجوریں دیں۔ اُس نے دونوں کو ایک ایک کھجور دے دی۔ اور ایک کھجور اپنے منہ میں ڈالنے لگی تو بچیوں نے وہ بھی اس سے مانگ لی۔ اُس نے کھجور کے دو حصّے کیے۔ اور آدھی آدھی دونوں کو دے دی۔ اور خود نہ کھائی۔ مجھے عورت کی یہ خصلت بہت پسند آئی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا: ان اللہ اوجب لھا بھا الجنۃ او اعتقھا بھا من النار (مسلم)۔ اس ایک کھجور کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کے لیے جنت لازم کر دی یا اُسے دوزخ سے رہائی دے دی۔

(باقی آئندہ)